بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدود آرڈیننس
اور
تحفظِ نسواں بل

ابو عمار
زاہد الراشدی

الشریعہ اکادمی
گوجرانوالہ، پاکستان
www.alsharia.org

جملہ حقوق محفوظ!

کتاب : حدود آرڈیننس، اور تحفظ نسواں بل

مصنف : ابوعمار زاہد الراشدی

مرتب : محمد عمار خان ناصر

ناشر : الشریعہ اکادمی، ہاشمی کالونی، کنگنی والا، گوجرانوالہ

اشاعت : فروری ۲۰۰۷ء

فہرست

- پیش لفظ 5

☆ 'حدود آرڈیننس' اور 'تحفظ نسواں بل': پس منظر اور پیش منظر

- حدود آرڈیننس میں ترامیم کا پس منظر ۱۱

☆ حدود آرڈیننس کی مخالفت: فکری ونظریاتی کشمکش کا جائزہ

- حدود آرڈیننس اور سیکولر طبقہ ۳۱
- حدود آرڈی ننس: مخالفت کیوں؟ ۳۷
- محترم جاوید غامدی اور ڈاکٹر طفیل ہاشمی کی توضیحات ۴۳
- حدود آرڈی ننس اور الطاف حسین کا بیان ۴۷

☆ حدود قوانین کی تعبیر وتشریح اور اسلامی نظریاتی کونسل کا کردار

- اسلامی حدود اور بین الاقوامی قوانین ۵۵
- اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر چند گزارشات ۶۱
- تحفظ حقوق نسواں بل اور اسلامی نظریاتی کونسل ۶۷

☆ حدود قوانین اور ہمارا قانونی وعدالتی نظام

- تحفظ حقوق نسواں بل: سسٹم کو درست کیا جائے ۷۵
- حدود آرڈی ننس: تاثرات وخیالات ۸۳

☆ تحفظ نسواں بل کے بارے میں علماء اور دینی حلقوں کا موقف

- o تحفظ نسواں بل سے متعلق علماء کمیٹی کی سفارشات ۹۷
- o خصوصی علماء کمیٹی نظریہ کونسل کی متبادل نہیں ۱۰۳
- o تحفظ نسواں بل کے بارے میں خصوصی علماء کمیٹی کا موقف ۱۱۱
- o وقت کی آواز ۱۲۱
- o مجلس تحفظ حدود اللہ کا قیام اور متحدہ مجلس عمل کی ریلی ۱۲۷
- o مجلس تحفظ حدود اللہ کا کنونشن ۱۳۵
- o خواتین کے حقوق اور دینی طبقے کی ذمہ داریاں ۱۳۹

☆ ضمیمہ

- o تحفظ نسواں بل کے بارے میں تمام مکاتب فکر کے علماء کی طرف سے چودھری شجاعت حسین کو پیش کی جانے والی تحریر ۱۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہ تبارك وتعالی ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم وعلی آله واصحابه واتباعه اجمعین۔

قیام پاکستان کے بعد جب اسلام کے نام پر بننے والی اس ریاست کو دستوری طور پر قرارداد مقاصد کے ذریعے سے ایک نظریاتی اسلامی مملکت قرار دے دیا گیا تو اس کا ناگزیر تقاضا تھا کہ ملک کے عدالتی، انتظامی، معاشی اور معاشرتی ڈھانچوں کا ازسرنو جائزہ لے کر ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل اور نشوونما کے لیے سماجی محنت کے ساتھ ساتھ ضروری قانون سازی بھی کی جاتی۔ اسی بنیاد پر ۱۹۷۳ء کے دستور میں اسلام کو ملک کا ریاستی دین قرار دیا گیا اور قرآن وسنت کے منافی قانون سازی کی دستوری ممانعت کے ساتھ ساتھ ملک کے مروجہ قانونی نظام پر نظر ثانی اور تمام قوانین کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کی ضمانت دی گئی، لیکن دوسری طرف قیام پاکستان کے بعد سے بلکہ ۱۹۷۳ء کے دستور کے نفاذ کے بعد بھی اس سلسلے میں ملک کے مقتدر حلقوں (Establishment) کا رویہ ہمیشہ غیر سنجیدہ رہا۔ دینی حلقوں کے مطالبات پر عوامی دباؤ کے تحت اگر کسی معاملے میں کوئی پیش رفت ناگزیر ہوئی تو دفع الوقتی کے طور پر مجبوری کے درجے میں قدم اٹھا لیا گیا، لیکن نفاذ اسلام اور مروجہ قوانین کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کا عمل ہمارے ہاں مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کے ارباب اختیار کے اپنے ایجنڈے اور ترجیحات میں

کبھی شامل نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقصد کے لیے اب تک جو قانون سازی کسی نہ کسی درجے میں ہوگئی ہے، وہ ورلڈ اسٹیبلشمنٹ کی طرح ہمارے ملک کی داخلی اسٹیبلشمنٹ کے حلق سے بھی نیچے نہیں اتر رہی اور اس میں کسی مزید پیش رفت کے بجائے سرے سے اس سے جان چھڑانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

ورلڈ اسٹیبلشمنٹ کا موقف اور طرز عمل تو سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام کے نام پر کسی آزاد ریاست کا وجود ہی اس کے طے کردہ عالمی نظام اور انسانی حقوق کے مغربی فکر و فلسفہ کے منافی ہے اور آزادی اور انسانی حقوق کے نام پر مغرب کی زیر قیادت ورلڈ اسٹیبلشمنٹ نے گلوبل تہذیب و ثقافت اور فلسفہ و نظام کا جو ڈھانچہ دنیا پر میڈیا، دولت اور طاقت کے زور سے بہر حال مسلط کر دینے کا جو تہیہ کر رکھا ہے، اسلام بطور نظام و قانون اس کے کسی خانے میں فٹ نہیں بیٹھتا، بلکہ اس کی راہ میں ایک مضبوط رکاوٹ ثابت ہو رہا ہے۔ لیکن ہماری لوکل اسٹیبلشمنٹ اس حوالے سے دو رخی اور منافقت کا شکار ہے۔ وہ ایک طرف اس بات کا حوصلہ نہیں رکھتی کہ پاکستان کے اسلامی نظریاتی تشخص سے انکار کر سکے اور اسلام کے سیاسی، عدالتی، معاشی اور معاشرتی کردار کی نفی کر سکے کہ وہ اس حوصلے اور اخلاقی جرات سے محروم ہے، لیکن دوسری طرف اس سلسلے میں اس کی تمام تر ہمدردی، وفاداری اور کمٹمنٹ ورلڈ اسٹیبلشمنٹ کے ساتھ ہے اور وہ اسے عملی طور پر بروے کار لانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ مقتدر حلقوں کی اسی دو رخی اور تضاد نے ملک کو مسلسل قانونی بحران سے دوچار کر رکھا ہے اور ہمارا قانونی نظام تضادات کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔

ہمارے حکمرانوں نے اپنی اس منافقت پر پردہ ڈالنے کے لیے دو باتوں کا بطور خاص اہتمام کر رکھا ہے۔ ایک یہ کہ وہ جو کام بھی کرتے ہیں، خواہ وہ قرآن و سنت کی صریح نصوص کے صراحتاً منافی ہو، اسے قرآن و سنت کے نام سے ہی پیش کیا جاتا ہے اور سرکاری ذرائع ابلاغ اور حلقے اس امر کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیتے ہیں کہ جو کچھ کیا گیا ہے، وہ قرآن و سنت کی منشا تھی اور ایسا کر کے قرآن و سنت ہی کے تقاضوں کو بروے کار لایا گیا ہے۔ صرف ایک چھوٹی سی مثال سامنے رکھ لیجیے۔ ابھی حال میں پارلیمنٹ سے منظور ہونے والے تحفظ حقوق نسواں ایکٹ میں

دیگر بہت سی دفعات کے ساتھ ساتھ قذف کی سزا کے سلسلے میں بھی قرآن کریم کی مقرر کردہ سزا ۸۰ کوڑوں کو پانچ سال قید کی سزا میں بدل دیا گیا ہے، لیکن وزیراعظم اور سرکاری مسلم لیگ کے سربراہ سمیت تمام مقتدر شخصیات پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ اعلان کیے جا رہی ہیں کہ ایسا کر کے ہم نے قرآن پاک پر ہی عمل کیا ہے۔

اس کے ساتھ دوسرا اہتمام اس امر کا کیا گیا ہے کہ قرآن وسنت کے احکام کے بارے میں میڈیا اور لابنگ کے ذرائع کو مسلسل استعمال کر کے شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں اور اسلام پر مغرب کے اعتراضات کو اپنی زبان میں بار بار دہرا کر لوگوں کے ذہنوں میں اسلامی احکام کے بارے میں تردد، تذبذب اور شک وشبہ کی فضا قائم کی جائے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ قابل رحم حالت ہمارے ان دانش وروں کی ہے جو قرآن وسنت کی خدمت اور اسلام کی دعوت وتبلیغ کے عزم کے ساتھ مختلف فکری حلقے قائم کیے ہوئے ہیں، لیکن ان کی فکری اور عملی کاوشوں کے نتائج اسلامی تعلیمات کے ساتھ مغربی فکر وفلسفہ کی کشمکش کے تناظر میں اسلامی احکام کے بارے میں شکوک وشبہات میں اضافہ کا ذریعہ بن رہے ہیں اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نئی نسل کو علماء کے دائرۂ اثر سے نکال کر اور اسے دین کی تعبیر وتشریح کے روایتی ڈھانچے سے بغاوت کا درس دے کر اسلام کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔

جہاں تک جدید دور کے تقاضوں کو سمجھنے، آج کے عالمی عرف وحالات کا ادراک حاصل کرنے اور اجتہاد کے مسلمہ اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے اسلامی احکام وقوانین اور جدید تقاضوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کا تعلق ہے، ہمیں اس کی ضرورت سے انکار نہیں ہے بلکہ ہم خود اس کے داعی ہیں اور اس کا احساس بیدار کرنے کے لیے حتی الوسع کوشش بھی کر رہے ہیں، لیکن مغرب کے فکر وفلسفہ کی بالادستی اور اس کی ثقافت واقدار کے غلبہ کو ذہنی طور پر قبول کرتے ہوئے اسلامی احکام وقوانین کو اس کے سانچے میں ڈھالنے کا دائرہ اس سے قطعی طور پر مختلف ہے، مگر ہمارے بعض دانش وروں نے شعوری یا لاشعوری طور پر ان دونوں دائروں کو اس قدر گڈمڈ کر دیا ہے کہ شرعی اجتہاد کے ضروری تقاضوں اور مغرب کے فکری وثقافتی مطالبات میں کوئی حد فاصل

قائم کرنا مشکل ہوگیا ہے۔

حدود آرڈیننس میں ترامیم اور تحفظ حقوق نسواں ایکٹ کے حوالے سے ہم نے مختلف اخبارات وجرائد میں شائع ہونے والے اپنے مضامین میں ورلڈ اسٹیبلشمنٹ کے اسلام کے خلاف ایجنڈے، لوکل اسٹیبلشمنٹ کے تضاد اور دورخی، اور بعض دانش وروں کے پیدا کردہ اسی کنفیوژن کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے جسے ہمارے بہت سے احباب نے پسند کیا ہے اور انھیں کتابی صورت میں یکجا شائع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ ان دوستوں کی خواہش پر یہ مضامین کتابی صورت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

یہ مضامین چونکہ مختلف مواقع پر ایک ہی عنوان کے تحت لکھے گئے ہیں، اس لیے ان میں بعض جگہ تکرار بھی پایا جائے گا، لیکن ایسی صورت میں اس قسم کا تکرار ایک حد تک ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین اسے زیادہ محسوس نہیں کریں گے اور اس حقیر سی کاوش کو قبول کرتے ہوئے ہمیں اپنی مخلصانہ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں گے۔

ابوعمار زاہد الراشدی

ڈائریکٹر الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ

۹ر فروری ۲۰۰۷ء